خاندانی منصوبہ بندی اور اسلام

فی زمانہ ایک نعرہ کی گونج ہمیں ریڈیو، ٹیلی ویژن، جرائد و اخبارات غرض تمام ذرائع ابلاغ سے بکثرت سنائی دے رہی ہے، اور اس کے لیے خود حکومت ہر ممکن حد تک پراپیگنڈا کر رہی ہے کہ "بچے دو ہی اچھے"۔ "بچے دو تے سکھ ہزار"۔ "قوم دی اینہہ مجبوری اے، وقفہ بہت ضروری اے"۔ وغیرہ۔

اس مقصد کے لیے حکومت نے خاندانی منصوبہ بندی (FAMILY PLANNING) کا باقاعدہ محکمہ قائم کر رکھا ہے، جو مانع حمل دوائیں، ٹیکے اور انجکشن مہیا کرتا ہے۔ عورت اور مرد دونوں کو یہ دوائیں استعمال کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے اور طرفہ یہ کہ عام دوائیں بہت مہنگی اور عام آدمی کی دسترس سے باہر ہیں، جب کہ یہ دوائیں بہت سستی بلکہ تقریباً مفت مہیا کی جاتی ہیں۔ اس محکمہ کا وسیع پیمانہ پر لٹریچر شائع ہوتا ہے اور یہ بھی تقریباً مفت ہی مہیا کیا جاتا ہے۔

میں کوئی بہت بڑی عالم فاضل نہیں، نہ ہی کوئی محقق ہوں، میں تو بس ایک گھریلو عورت ہوں، جس کا کام سپیدۂ سحر نمودار ہونے سے لے کر گئی رات تک اپنے شوہر، بچوں اور خانہ داری کے تمام کام سرانجام دینا ہے۔ اس لیے میں اس موضوع پر کوئی تحقیقی مقالہ سپرد قلم نہیں کر رہی، بلکہ ایک گھریلو عورت کے جذبات و احساسات قلم بند کر رہی ہوں میں

ل یہ مقالہ ۱۹۷۴ء میں سپرد قلم کیا گیا تھا۔ آج ۱۹۹۲ء میں یہ کام بہبود آبادی کے نام پر باقاعدہ محکمہ قائم کر کے پہلے سے کہیں زیادہ جوش و خروش سے انجام دیا جا رہا ہے۔

نے اپنے کوتاہ فہم اور نارسا دماغ سے کافی عرصہ تک اس موضوع پر سوچا ہے۔ اس کے حق میں جو دلائل دیے جاتے ہیں، ان کا بھی مطالعہ کیا ہے، اور اس سلسلہ میں شریعتِ مطہرہ کی جو سادہ اور فطری تعلیم ہے، اپنی عقل و سمجھ کے مطابق اس سے بھی آگاہی حاصل کرنے کی کوشش کی ہے، لہٰذا ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس غیر فطری و غیر اسلامی تحریک کے مقابلے میں خاموش رہنا حیا، غیرت اور دینی حمیت کے منافی سمجھتی ہوں، کیونکہ خاندانی منصوبہ بندی تو لادینی اور مادہ پرستانہ تہذیب کا شاخسانہ ہے اور اس کا باقاعدہ محکمہ اور وزارت قائم کرنا عقیدۂ توحید کے منافی اور ہم مسلمانوں کے لیے کلنک کا ٹیکہ ہے۔

خاندانی منصوبہ بندی کی یہ تحریک آج صرف پاکستان میں ہی نہیں بلکہ عالمگیر ہے۔ امریکہ، برطانیہ، روس، جرمنی، فرانس بلکہ تمام ترقی یافتہ ممالک ایک عرصہ سے اس تحریک کے پرزور حامی و مؤید رہے ہیں اور اب بھی وہاں منصوبہ بندی جاری ہے۔ آج پوری دنیا (الاّ ماشاء اللہ) اس تحریک کی لپیٹ میں ہے، اور ترقی یافتہ ممالک نے تمام نوآزاد مسلم ممالک میں اس کے حق میں بڑے زور و شور سے پروپیگنڈہ شروع کر رکھا ہے۔ اس تحریک کے بڑے بڑے درج ذیل اسباب بیان کیے جاتے ہیں:

(۱) گاہے گاہے ماہرین و محققین، آبادی میں اضافہ اور خوراک میں کمی کے موضوع پر مذاکرے منعقد کرتے رہتے ہیں جس میں ساری دُنیا کے مندوبین شریک ہوتے ہیں۔ دُنیا میں ایک شور و غوغا برپا ہے کہ اگر آبادی میں اضافہ کی یہی رفتار رہی تو اکیسویں صدی کے آغاز میں دنیا میں انسانوں کے لیے جینا دوبھر ہو جائے گا۔ تمام ممالک خوراک کی قحط کی لپیٹ میں آجائیں گے۔ وسائل اور ذرائع پیداوار کی کمی اس اضافہ سے کسی طرح نمٹ نہیں سکے گی۔

(۲) ڈاکٹر اس نظریہ کے پُرزور حامی ہیں۔ ان کے ہاں ماں اور بچہ کی صحت کے لیے بچوں کی پیدائش کے درمیان وقفہ ضروری ہے۔ اگر کسی عورت کے ہاں بچے تھوڑے وقفہ سے پیدا ہوں تو نہ ماں ہی تندرست رہ سکتی ہے اور نہ وہ بچے ہی تندرست رہ سکتے ہیں۔

(۳) تنخواہ اور آمدنی تو ایک سی رہتی ہے۔ ہر سال معمولی اضافہ ہوتا ہے، لیکن کنبہ میں تھوڑی دیر میں اتنا اضافہ ہو جائے تو ایسے کنبہ کے مالی حالات بڑے پریشان کن ہو جاتے ہیں۔ وہ ہر وقت کولہو کے بیل کی طرح جُتے رہتے ہیں، مگر اخراجات ہیں کہ پورے ہونے میں

نہیں آتے" "بچے کم خوشحال گھرانہ" آج کل مقبولِ عام نعرہ ہے جو بڑے بڑے بیواری اشتہارات کی صورت میں جا بجا نظر آتا ہے۔

(۴) کثیر العیال میاں بیوی اپنے ذاتی مسائل میں اتنے اُلجھ جاتے ہیں کہ وہ مُلک اور قوم کے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔ ایسی عورت بیرونِ خانہ ملک کی کچھ خدمت نہیں کر سکتی۔ اس طرح مُلک کی آدھی آبادی بیکار گھروں میں بیٹھی رہتی ہے جس سے مُلک بجا طور پر شاہراہِ ترقی پہ گامزن نہیں ہو سکتا۔

(۵) اس سے بڑھ کر کچھ لوگ اس بات کے حامی ہیں کہ ہم میاں بیوی خود صحت مند رہیں اور اپنی صحت بہتر بنائیں۔ کیوں کہ پُوری عمر کے رفیق تو ہم ہیں، بچے جتنے زیادہ ہوں گے، اتنی بیوی کی صحت خراب ہو گی۔ جسم بے ڈول اور بے ڈھنگا ہو جائے گا اور چہرے سے جاذبیت رخصت ہو جائے گی۔ دوسری طرف بچوں کے معیار کو برقرار رکھنے کے لیے بہت زیادہ مالی مشقت کرنا پڑے گی، جب کہ یہ جوان ہوتے ہی ہمیں چھوڑ کر اپنے الگ الگ گھر بسالیں گے تو پھر خواہ مخواہ زیادہ بچے پیدا کر کے ان پر اتنی شدید محنت کرنے کا کیا فائدہ؟ اپنی مامتا پوری کرنے کے لیے دو بچے کافی ہیں۔

ایک محترمہ نے بڑی معصومیت سے فرمایا کہ اگر بھوک لگی ہو تو کھانا بڑا مزے دار لگتا ہے، لیکن بھوک نہ ہو تو کھانا چاہے کتنا لذیذ ہو، طبیعت اس سے ایک لقمہ بھی لینے پر آمادہ نہ ہو گی۔ یہی حال بچوں کا ہے۔ اگر بچے بلاضرورت ہی آتے جائیں تو بند کرنے ہی پڑتے ہیں۔

(۶) عورتوں کا تو ایک عام استدلال یہ بھی ہے کہ جس طرح دوسری بیماریوں کا علاج کیا جاتا ہے، اسی طرح بچے پیدا ہونا بھی ایک بیماری ہے اور اس بیماری کا علاج کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

(۷) خود عورتیں چھوٹے چھوٹے بچوں سے بہت گھبراتی ہیں کہ ایک طرف ماں خود حمل اور زچگی میں رہنے کی بنا پر بیمار رہتی ہے۔ دوسری طرف ایک بچہ ڈھائی سال کا، دوسرا ڈیڑھ سال کا، تیسرا پانچ چھ ماہ کا، اور پھر وہ امید سے ہے۔ اسے نوکر رکھنے کی بھی استطاعت نہیں تو آخر اپنی بیماری کی حالت میں شوہر اور بچوں کے تمام کام کے ساتھ ساتھ گھر کا

پورا دھندہ سنبھالنا کیسے ممکن ہے؟ لہٰذا ایسی صورت میں عورت کو مانع حمل تجاویز اختیار کرنا بڑا ضروری ہو جاتا ہے۔

ان دلائل پر غور کرنے سے پہلے ہمیں ذرا ٹھہر کر اس تحریک کے پس منظر پر غور کرنا ہوگا۔

(۱) یورپ میں احیائے علوم کی تحریک اور یورپ کی نشاۃ ثانیہ اپنے جلو میں جو جو نظریات لے کر آئی، ان میں ایک نظریہ "مذہب و سیاست کی تفریق" بھی تھا، جس کی رُو سے مذہب ایک پرائیویٹ چیز قرار پایا اور جس کی انھوں نے اپنی اجتماعی زندگی میں کبھی ضرورت ہی محسوس نہ کی، بلکہ ان کے ہاں مذہب نام ہی اس عبادت کا تھا جو اتوار کے روز چرچ میں جا کر ادا کی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ زندگی کے ہر معاملہ میں وہ مذہب سے آزاد تھے، لہٰذا ان کی زندگی کسی قسم کی اخلاقی حدود کی پابند نہ رہی۔

(۲) احیائے علوم کی تحریک سے روز افزوں ایجادات و انکشافات ہو رہے تھے جس سے روپے پیسے کی ریل پیل ہو رہی تھی، زندگی کی آسائشوں میں اضافہ ہو رہا تھا صنعت کاری فروغ پر تھی جس سے ان کی مادی زندگی بڑی پھلی پھولی۔ مذہب سے بالکل آزاد رہ کر اس مادی ترقی کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ زیادہ سے زیادہ مادیت کے پروانے بن گئے۔ اپنے معیارِ زندگی کو بہتر بنانے اور اپنے لیے ہر طرح کا آرام و آسائش مہیا کرنے کے لیے تگ و دو بڑھی جس سے ضروریات زندگی میں بھی اضافہ ہو گیا، اور صرف ایک مرد اپنے کنبہ کی بڑھتی ہوئی ضروریات پوری کرنے سے معذور ہو گیا، لہٰذا عورتوں کو بھی معاشی میدان میں اترنا پڑا۔ اپنے وجود کو قائم رکھنے کے لیے وہ دفتروں اور کارخانوں میں نکل آئیں۔ اسی معاشی تگ و دو میں وہ پیدائش اطفال اور تربیت و پرورش بچگان کے فطری کام کیسے سرانجام دے سکتی تھیں، لہٰذا وہ مانع حمل ادویات استعمال کرنے پر مجبور ہو گئیں۔

(۳) جو شخص اپنے مال میں اپنی اولاد کو بھی شریک نہیں کر سکتا، اس کی نفس پرستی میں کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے؟ چنانچہ اس حد سے بڑھی ہوئی خود غرضی اور مادیت پرستی نے ان سے وہ ایثار چھین لیا جو افزائش نسل کے لیے ضروری ہوا کرتا ہے جب کہ ایک بچہ آغازِ حمل سے لے کر پیدائش تک اور پیدائش کے بعد تقریباً چار پانچ

سال تک ماں باپ کی سخت توجّہ کا مستحق ہوتا ہے۔ وہ لوگ اپنی آسائش کی بناء پر اس ایثار سے محروم ہو چکے تھے۔

(۴) مذہب سے آزادی نے ان کو مادر پدر آزاد کر دیا تھا، چنانچہ تعیشات کے فروغ کی بناء پر وہ نفسانی خواہشات کا شکار ہو کر رہ گئے، جس سے آوارہ گردی، فحاشی، عریانی اور زنا کا رواج بکثرت پھیلا، مگر اس کے فطری نتائج کو روکنے کے لیے مانع حمل ادویات شروع ہو گئیں۔ اس بحث سے اندازہ ہوتا ہے کہ معیارِ زندگی بلند ہونے کی بنا پر عورتیں ضبطِ ولادت پر مجبور کر دی گئیں۔ مگر بعد میں اس کے نتائج صرف یہاں تک محدود نہ رہے۔ اپنے معیارِ زندگی کو بہتر بنانا، دو تین بچوں کو اعلیٰ تعلیم دے کر اُن کا مستقبل شاندار بنانا، خود تمام عمر بچوں کے جھگڑوں سے آزاد رہنا، اپنی بیوی کو تادمِ آخر عروسِ نو کی طرح صحت مند اور حسین دیکھنے کی تمنا، اور یہ کہ بیوی صرف بچوں ہی کی ہو کر نہ رہ جائے۔ یہ تمام باتیں ان کو افزائشِ نسل سے روکنے لگیں۔ اس سے جہاں شرح پیدائش میں کمی ہوئی، وہاں زنا اور دوسرے امراض ان میں بکثرت پھیلے اور قوم اخلاقی لحاظ سے بالکل بانجھ ہو کر رہ گئی۔

برطانیہ، فرانس، جرمنی، سویڈن، اٹلی وغیرہ جیسے تمام ترقی پذیر ممالک ضبطِ ولادت کی تحریک پر عمل پیرا رہے۔ پھر جب اپنی قوم کی نفری خطرناک حد تک کم ہوتے دیکھی اور دفاعِ وطن اور صنعت کاری کے لیے مزدوری جیسی اہم ضروریات کے لیے ان کے پاس اشخاص نہ رہے تو پھر دوبارہ افزائشِ نسل کی طرف توجہ دینے پر مجبور ہو گئے اور نوبت بہ ایں جا رسید کہ ایک خبر کے مطابق امریکہ کی ریاست میکسیکو میں ایک عورت کے ہاں بیک وقت پانچ بچے تولد ہوئے کیونکہ وہ افزائشِ نسل کی دوائیں استعمال کرتی تھی۔ اور اب نوائے وقت جون ۹۱ء کی خبر ہے کہ چلی میں ایک ساٹھ سالہ عورت کے ہاں ۴ بچے پیدا ہوئے ہیں۔ کبھی تین جڑواں اور کبھی چار جڑواں پیدا ہوتے رہے ہیں۔

لیکن افسوس اب ہمارا ملک بھی انھی ممالک کی پالیسی پر اندھا دھند عمل پیرا ہے۔ اور وہی ملک جو اپنے ہاں افزائشِ نسل کی ترغیب دے رہے ہیں، یہاں آبادی کم کرنے اور منصوبہ بندی کے لیے کثیر رقم بطورِ امداد مہیا کر رہے ہیں، چنانچہ اس وقت ہمارے ملک

یں یہ تحریک اپنے پورے عروج پر ہے۔ بلکہ اس قسم کی افواہیں بھی شنید ہیں کہ عورتوں کو صرف تین بچے پیدا کرنے پر مجبور کر دیا جائے گا۔ بصورتِ دیگر عدالتیں عورتوں کو سزا دینے کی مجاز ہوں گی۔ یہ سزا مالی بھی ہو سکتی ہے اور بدنی بھی[1]

ایک دو شعر پڑھیے اور سر پیٹ کر رہ جائیے ؎

گھر دے جی ودھا کے توں بے موتے مر جاویں
سوچ سمجھ کے چلیں سجناں مڑ کے ناں پچھتا ویں!
اک دو بچے ہون جے تیرے گھر جنّت بن جاوے
بہتی فوج دا فیدا کی جے سُکھ دا ساہ نہ آوے

(ماہنامہ سُکھی گھر صٓ ۱۲، اگست ۴-۱۹)

اور ہمارے ملک میں اسے صرف دو تک محدود رکھنے کی تدبیریں ہو رہی ہیں[2]

اس پروپیگنڈا کا نتیجہ یہ ہے کہ پیدائش اطفال کے بارے میں جب تفصیلی باتیں چھوٹے چھوٹے بچوں کی زبانی سنتے ہیں تو شرم سے [illegible] جاتا ہے۔ بھولے بھولے چھوٹے بچے منصوبہ بندی کے مراکز اور ان کے مشن سے آگاہ ہیں۔ [illegible] معلوم ہے کہ ان کے والدین اس سلسلے میں کیا تدبیریں کرتے ہیں۔ بچے بند کرنے کی وجہ سے ان کی [illegible] کن کن بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ اس موضوع پر وہ اتنا سیر حاصل تبصرہ کرتے ہیں کہ بڑے بھی ان کے سامنے پانی [illegible] ہوتے نظر آتے ہیں۔ آخر کیوں نہ ہو عریاں اور فحاشی کی حد تک پہنچا ہوا [illegible] ان زہروں پر ہیں

---

[1] اس عجیب و غریب [illegible] خواتین پر ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ [illegible] نہیں لفاوت [illegible] نجاست تا بہ کجا۔ امریکہ، برطانیہ، فرانس، اٹلی، سویڈن، جرمنی میں تو شرح آبادی کے اضافہ کے لیے مسلسل کوششیں ہو رہی ہیں۔ لیکن اب لوگ [illegible] کی طرف راغب نہیں ہو رہے حتیٰ کہ امریکہ کے زنانہ امراض کے ایک پروفیسر کو کہنا پڑا کہ:

"[illegible] نہیں آبادی کی ایک معقول سطح برقرار رکھنے کے لیے ہر عورت کے لیے کم از کم دو بچے پیدا [illegible] لازمی قرار دے دیا جائے۔ (ماہنامہ سُکھی گھر صٓ ۱۲۔ اگست ۱۹۷۴ء)

[2] [illegible] ایک سوال رہ رہ کر ذہن میں اُبھرتا ہے کہ جو لوگ دوسرے فرقوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے [illegible] اور فسادِ امنِ عامہ قرار دیتے ہیں، کیا وہ خود پاکستان میں بسنے والے لاکھوں، کروڑوں مسلمانوں کو اس حیا سوز پروپیگنڈے کے ذریعے مشتعل نہیں کر رہے ؟

ہونے والا لٹریچر بکثرت ہر جگہ مل جاتا ہے۔

ان دواؤں کے ہمہ وقت ریڈیو اور ٹی وی پر پراپیگنڈے اور جگہ جگہ منصوبہ بندی کے مراکز قائم ہونے سے نوجوان کنواروں میں بدتماشی و بے حیائی کی عام وبا چل نکلی ہے۔ ہیجان انگیز لٹریچر، فحش و عریاں گانے، ڈرامے، بے حیائی کی طرف دعوت دینے والے نظارے، اخبارات، رسالوں اور اشتہارات میں فحش مناظر، مخرب الاخلاق فلمیں اور بکثرت گرم چیزوں کا استعمال، ان سب نے مل کر نوجوان نسل کے قلب و ذہن میں ایک آگ سی لگا دی ہے، جس کے نتیجہ میں زنا اور دیگر امراض خبیثہ بکثرت پھیل رہے ہیں، بلکہ اخباروں کے اشتہار پڑھ پڑھ کر تو اندازہ ہوتا ہے کہ گویا قوم کا ہر فرد ہی جنسی مریض ہے۔ پہلے لڑکیوں کو اپنی اور اپنے والدین کی عزت کا ڈر ہوتا تھا، اب مانع حمل دواؤں نے ان کی یہ مشکل بھی دور کر دی ہے۔ ایسے ایسے عجیب واقعات سننے میں آرہے ہیں کہ ؏

محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی[1]

کیا یہ فسق و فجور اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے یا آبادی کی کثرت؟ ہمیں یہی فیصلہ قرآن و حدیث کی روشنی میں کرنا ہے۔

لہٰذا یہاں خاندانی منصوبہ بندی کے متعلق شریعت کی سادہ تعلیم مختصراً پیش کی جاتی ہے۔

(۱) پیدائش و موت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے:

"خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا" (سورۃ الملک: ۲)

(۲) وہ جس ذی روح کو وجود بخشتا ہے، اس کی روزی کا اہتمام بھی خود ہی فرماتا ہے:

"نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ" (الانعام: ۱۵۲)[2]

---

[1] مجھے ایک دو ماہ تک باقاعدہ "اخبارِ جہاں" پڑھنے کا موقع ملا۔ یوں معلوم ہوتا تھا گویا ہمارے معاشرہ میں ہر کنواری (اِلّا ما شاء اللہ) کسی نہ کسی درجہ میں مردوں کی ہوس کا شکار ہو چکی ہے۔

[2] انسان مشاہدہ کر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب یعنی قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ لیا تو یہ ذمہ کس طرح پورا ہوا کہ آج تک اس میں کسی زیر یا زبر کی تبدیلی نہیں ہو سکی۔ بالکل اسی طرح خداوند کریم نے رزق اور خوراک کی بہم رسانی کا بھی ذمہ لے رکھا ہے۔ اگر خدانخواستہ رزق کی پیداوار اور تقسیم کا کام کلیتہً انسانی ہاتھوں (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

نیز فرمایا:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا ۔ "ہر جاندار کا رزق اللہ کے ذمہ ہے"

(۳) وہ خاص حکمت اور منصوبہ بندی کے ساتھ روئے زمین کی ہر مخلوق کو پیدا کر رہا ہے۔ کوئی مخلوق بھی اس کے مقرر کردہ نصاب سے نہ بڑھ سکتی ہے نہ گھٹ سکتی ہے اسی منصوبہ بندی کا یہ نتیجہ ہے کہ دُنیا کے ہر حصّے میں مرد اور عورتیں مکمل تناسب کے ساتھ پیدا ہو رہے ہیں۔ یہ نہیں کہ روئے زمین کے ایک خطے میں صرف مرد ہی مرد پیدا ہو رہے ہوں اور دوسرے میں صرف عورتیں ہی عورتیں۔

"فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی" (القیامة: ۳۹)

"پھر اس سے مرد و عورت کے جوڑے پیدا کیے"

(۴) اُس نے دنیا کی کسی چیز کو بیکار پیدا نہیں کیا۔ ہر انسان اس دنیا کی سٹیج پر اپنا کردار کسی نہ کسی صورت میں ادا کر رہا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

"اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ" (القمر: ۴۹)

"بے شک ہم نے ہر چیز اندازے سے پیدا کر رکھی ہے!"

مزید فرمایا:

"اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا" (المؤمنون: ۱۱۵)

"کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار پیدا کیا ہے؟"

(۵) اسلام اولاد کو رزقِ الٰہی قرار دیتا ہے اور رزقِ الٰہی کو حرام قرار دے لینے سے اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) میں ہوتا تو اس وقت دُنیا کی نصف آبادی بھوک سے دم توڑ چکی ہوتی، اسی لیے خوراک کی بہم رسانی کا کام اُس نے اپنے اختیار میں رکھا ہے۔ اور جس طرح حفاظتِ قرآنِ کریم کا خدائی ذمہ آج تک من وعن پورا ہوا ہے، بعینہٖ ہر انسان کو اس کا رزق پہنچ رہا ہے، چاہے وہ کسی جنگل میں رہتا ہو یا صحرا میں۔ اسی لیے تو وہ اتنا تاکیدی حکم فرماتا ہے:

"اپنی اولاد کو مفلسی اور ناداری کے اندیشے سے مت قتل کرو، کیونکہ ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی۔ بے شک ان کا قتل انتہائی سنگین اور گھناؤنا جُرم ہے!" (بنی اسرائیل: ۳۱)

"قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ" (الانعام: ۱۴۱)

"جن لوگوں نے اپنی اولاد کو نادانی اور بیوقوفی سے قتل کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جو رزق عطا فرمایا تھا، اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے اسے اپنے اوپر حرام قرار دے لیا، یقیناً وہ خسارے میں ہیں۔"

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قتلِ اولاد کو چاہے وہ کسی بھی شکل میں ہو، حرام قرار دیا ہے۔

(۶) قتلِ اولاد سے روکنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ قتلِ اولاد کی طرف دعوت دینے والے ہر محرک کا بھی سدِّباب کر دیا ہے۔ مثلاً:

(ا) وہ توکّل علی اللہ سکھاتا ہے کہ ہر ذی روح کو روزی اپنی جناب سے عطا فرماتا ہے، اس لیے تمہیں گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

(ب) عورت اپنی معاش میں مصروف ہونے کی بنا پر وظیفۂ ولادت سے بھاگتی ہے، مگر اسلام میں اسے معاش سے بالکل بے فکر کر دیا گیا ہے۔ باپ اپنی بیٹی کا اور شوہر اپنی بیوی کا مکمل طور پر کفیل ہے۔ یہاں مرد کا کام کما کر لانا ہے تو عورت کا کام اس کی کمائی سے گھر بار چلانا اور بچوں کی تربیت و پرورش کرنا ہے۔

(ج) اسلام میں عورت کی بہترین ملّی اور دینی خدمت یہی قرار دی گئی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو شفقت سے پالے پوسے اور پھر ان کی مناسب تربیت کر کے ان کو مخلص مسلمان بنا دے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَاِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاُمَمَ"

(ابوداؤد، نسائی)

"ایسی عورتوں سے نکاح کرو جو خاوند سے محبت کرنے والی اور زیادہ بچے پیدا کرنے والی ہوں۔ بے شک میں تمہاری کثرت کی بنا پر بروزِ قیامت دوسری اُمتوں پر فخر کروں گا۔"

(د) اسلام سادہ زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتا اور اسراف سے سختی سے منع کرتا ہے۔ اس لیے اس میں معیارِ زندگی کو اتنا زیادہ بلند کرنا جس کی خاطر میاں

بیوی دونوں معاش ہی کی فکر میں لگے رہیں، جائز نہیں۔

"وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ۔ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا" (بنی اسرائیل: ۲۶، ۲۷)

"فضول خرچی مت کرو، بیشک فضول خرچ شیطان کے بھائی ہوتے ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔"

اس طرح اسلام میں ان تمام تفریحی مشغلوں اور عیش و تنعم کی راہ آپ سے آپ بند ہو جاتی ہے جو انسان کو بچے پیدا ہونے سے مانع ہوتی ہیں۔

(ھ) وہ رزقِ حلال پر پابند ہونا سکھاتا ہے اور ہر طرح کی ناجائز آمدنی سے روکتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی جائز آمدنی سے اپنے خاندان کی کفالت نہیں کر سکتا تو اس کے لیے زکوٰۃ اور صدقہ وصول کرنے کی راہیں کھول دی گئی ہیں۔

(و) اسلام ہمدردی اور خیر خواہی کو مسلمانوں کا بنیادی فرض قرار دیتا ہے۔ رشتہ داروں اور ہمسایوں کے حقوق پورے کرنے کی تلقین کرتا ہے اور زیادہ سے زیادہ انفاق فی سبیل اللہ پر ابھارتا ہے تاکہ معاشی دوڑ میں پیچھے رہنے والے لوگ کسی غلط کام پر مجبور نہ ہو جائیں۔

اس لیے اسلامی بنیادوں پر مبنی معاشرے میں وہ سنگین صورت حال پیش آ ہی نہیں سکتی جو انسان کو اولاد کی پیدائش اور پرورش سے عاجز کر دے۔

(جاری ہے)

سانحۂ ارتحال

گزشتہ دنوں ہماری مرکزی جماعت اہل حدیث کے سیکرٹری رابطہ عوام عبدالرشید کیانی کی خوشدامن جو عارضۂ قلب میں مبتلا تھیں، وفات پا گئیں۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ جن کی نماز جنازہ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے نائب امیر اور رئیس الجامعۃ العلوم الاثریہ علامہ محمد مدنی نے پڑھائی۔ جنازے میں جہلم کے معززین شہریوں، وکلاء، دانشور اور تاجران و صحافیان نے شرکت کی۔